تو موجودہ غالب قوتیں کسی بھی وقت مضمحل یا ختم ہو سکتی ہیں۔ پھر اس کام کو آگے لے کر وہی چلے گا، جس میں پُرزور ذہنی حرکت ہو گی اور توانائی اور فعالیت ہو گی۔ جاپان مغرب والوں کے بعد اُٹھا، مگر جنگی تباہی کے باوجود وہ آج دوسروں کے پیش پیش ہے۔ مسلمانوں کی اصل مشکل یہ ہے کہ ابھی اُن کے اندر وہ ایمانی قوت پوری طرح برسرِ عمل نہیں ہے جو ساری توانائیوں کو جگا دیتی ہے۔

۸۔ مسلمانوں میں علوم کی ترقی سے اُس طرح کی خرابیاں پیدا نہیں ہوئیں۔ جیسی آج کل کے مغربی معاشروں میں ہیں، کیونکہ اُن کا بنیادی مزاج خدا پرستانہ اور اخلاق پسندانہ تھا۔ لیکن پھر بھی ایمانی قوت کے مضمحل ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے اسبابِ زوال پیدا ہوتے گئے جنہوں نے ڈینیوب سے ملائکا تک چھائی ہوئی عظیم قوت کو پچھاڑ دیا۔

۹۔ لفظ روحانی سے اگر ذہن خانقاہیت کی طرف جائے تو آپ روحانی ترقی کے بجائے ایمانی و اخلاقی ترقی کی اصطلاح استعمال کریں۔ ترتیب بالکل اُلٹی ہے، یعنی ایمانی و اخلاقی ترقی مسلمانوں کے لیے مادی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ دعوت کے لیے جدید سے جدید وسائل کی ضرورت ہے، انقلاب کے لیے وسائل کی ضرورت ہے، حکومت کو چلانے کے لیے مادی قوتوں کی ضرورت ہے اور جنگ کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مادی اسباب کی ضرورت ہے۔

تاریخ کا تجربہ یہی ہے کہ قوموں کی قوتیں برسوں خوابیدہ رہتی ہیں، بلکہ کبھی صدیوں تک یہاں تک کہ اُن میں روحانی و ایمانی حرکت پیدا ہو اور وہ اتنا زور پکڑے کہ تحریکی درجے تک پہنچ جائے — ایمانی حرکت سے جو کشمکش پیدا ہوتی ہے وہ دماغی اور فکری قوتوں کو اُبھار دیتی ہے۔

دورِ حاضر کے مادی نظاموں کے پیچھے بھی ایک طرح کے اعتقادی اور اخلاقی رجحانات کارفرما رہتے ہیں، کسی نے مساوات اور جمہوریت کے نام پر پکارا، کسی نے معاشی برابری کی طرف، بعض فلسفے انتقامی ردِعمل میں نمودار ہوتے مگر اُن کے لیڈروں نے اُن کو قانونِ عدل کے تحت رکھ کر ان میں اخلاقی اپیل پیدا کی۔ افسوس ہے کہ میں مختلف مثالیں نہ تفصیل سے دے سکتا ہوں، نہ تجزیہ کر کے دکھا سکتا ہوں کہ میرے نقطۂ نظر سے ہر باطل نظام نے بھی ایک طرح کی اعتقادی اور اخلاقی اپیل اختیار کی، تبھی اُس کی دعوت انسانوں میں حرکت پیدا کر سکی۔

اسلامی حکومت کا کام جہاں نماز و زکوٰۃ کے نظام کو جامع شکل میں جاری کرنا ہے، وہاں وہ

تشکیل بھی ایسے انسانوں کی مساعی سے باقی ہے جو نماز و زکوٰۃ کے پابند ہوں۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ آیا حکومت یکسر ایک مادّی قوت کا نام ہے۔ وہ انسانی فلاح کا ایک ادارہ ہے جس کے زیر تصرف مادّی وسائل بھی ہوتے ہیں، مگر ایمانی و اخلاقی قوتوں کے زور سے ظہور کرتی اور خود اُن قوتوں کو مزید نشوونما دیتا ہے۔

۱۱۔ جدید انسان اور اسلام کے درمیان اختلاف بس اتنا ہی ہے کہ اسلام خدا پرست، عاقبت اندیش اور پابندِ اخلاق انسان پیدا کرنا چاہتا ہے، مگر جدید انسان ایک ملحدانہ و مادّہ پرستانہ تہذیب کا حامل ہے، اُخروی جواب دہی کا کوئی احساس اُس کے اندر نہیں اور وہ اخلاق کو افادیت کے تابع کرنے کی وجہ سے لا اخلاقیت کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ جدیدیت اور اسلام میں معروضی طور پر وہ بڑا فاصلہ حائل ہے جس کی طرف نمبر ۱۱ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ فاصلہ ہی نہیں، تضاد اتنا شدید ہے کہ نتیجہ تصادم ہے۔ یہ الگ بات کہ ہم تھوڑی قوت (قوتِ نظریہ و اعتقاد، قوتِ اخلاص، قوتِ اخلاق، قوتِ شعور، قوتِ اتحاد، قوتِ علوم و فنون اور قوت ادارات و وسائل) سے زیادہ بڑی قوت کے خلاف معرکہ آرائی میں مدت سے چوٹیں کھا رہے ہیں۔ مگر یہ بھی ہماری طرف سے حیرت انگیز کارنامہ ہے کہ غلامی میں پسنے اور شدید تہذیبی یورش کے وار سہنے کے باوجود کسی مرحلے میں ہتھیار ڈالنے پر تیار نہیں ہوئے۔ بخلاف اس کے اِس بیسویں صدی میں تو ہمارے اندر سے نئے ایمانی شعور کے ساتھ ایسی قوتیں اُٹھ کر تیزی سے بڑھ رہی ہیں جو شاید جدیدیت کے مورچوں پر اسلام کی فتح کا جھنڈا لہرانے کی سعادت حاصل کر لیں گی۔

ہاں، تعصب بہرحال ہمارے اندر نہیں ہونا چاہیے۔ دَورِ جدید کے علوم و افکار یا وسائل و ادارات میں اگر کچھ ایسی مفید چیزیں ملیں جو اسلام کے نظامِ فکر و تہذیب سے ہم آہنگی پیدا کر سکیں، تو اُن کو ضرور اخذ کیا جائے، مگر ہیں اس مسحوریت اور مرعوبیت کے سخت خلاف ہوں جو حقیقتہً ذہنی شکست خوردگی ہے اور جس کے تحت ہمارے متجددین دَورِ جدید کے سمجھے سوچے نظریات کو اُٹھا کر اُن پر اسلام کا لیبل لگا دیتے ہیں اور اس مشغلے میں اسلام کے اصول و احکام پر دل کھول کر عملِ مسخ و تحریف کرتے ہیں۔

اگر جدیدیت کی یہ اہمیت ہے کہ اسلام کو اس کے قریب پہنچا دیا جائے تو آخر دَورِ نبوت میں